محمد عبدالرشید نعمانی

# مہرِ رسالت
## طُلوع سے پہلے

رُوحی فداہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت جس زمانے میں ہوئی، حرمِ محترم اس وقت بُت پرستی کا مرکزِ اعظم تھا۔ خود خانۂ کعبہ اور اس کے اطراف میں تین سو ساٹھ بت تھے اور قریش کا سب سے بڑا طغرائے امتیاز یہ تھا کہ وہ عرب کے اس مقدس صنم کدے کے پُجاری اور متولی تھے،

با ایں ہمہ۔

یہ امر قطعی طور پر ثابت ہے کہ بعثت سے پہلے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراسم شرک سے بالکلیہ نفور تھے۔ بچپن اور شباب دونوں زمانوں میں آپ کا دامنِ عبودیت کبھی غیراللہ کے تعلق سے آلودہ نہیں ہوا۔ قاضی عیاض۔ جو بڑے پایہ کے محدّث ہیں "شفا" میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں :۔

لمّا نشأت بغضت الیّ الاوثان [۱]

(ترجمہ) میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے خود بخود بُتوں سے نفرت مجھ میں پیدا کر دی گئی۔

---

[۱] صفحہ ۴۴۔ طبع بریلی

اور امام بیہقی حضرت زیدبن حارثہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں :۔

فو الذی اکرم و انزل علیہ الکتاب ما استلم صنما قط حتی
اکرمہ اللہ تعالیٰ بالذی اکرمہ و انزل علیہ[۵۱]

(ترجمہ) قسم اس ذاتِ عالی کی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکرّم فرمایا اور آپ پر کتاب نازل کی، آپ نے نہ کبھی کسی بُت کو بوسہ دیا، نہ اس پر ہاتھ پھیرا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور وحی نازل فرمائی۔

ان ہی زیدبن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام بیہقی نے زمانۂ بعثت سے قبل کا ایک واقعہ یہ بھی نقل کیا ہے کہ مشرکین کا معمول تھا، جب بیت اللہ کا طواف کرتے تو اساف ونائلہ کا استلام کرتے (یعنی بطور تبرک حجرِ اسود کی طرح) ان پر ہاتھ پھیرتے اور بوسہ دیتے۔ یہ تانبے کے بُت تھے۔ زید کا بیان ہے کہ ایک بار آنحضرتؐ نے خانہ کعبہ کا طواف فرمایا۔ میں بھی آپ کے ساتھ طواف کرنے لگا اور جب بت کے پاس سے گزرا تو میں نے اس کا استلام کیا۔ آپ نے فرمایا اسے نہ چھوؤ۔ زید کہتے ہیں۔ ہم پھر طواف میں مصروف ہو گئے اور میں اپنے جی میں کہنے لگا اسے ضرور چھوؤں گا، دیکھوں کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے پھر اس پر ہاتھ پھیرا اور آپ نے فرمایا کیوں تمھیں منع نہیں کیا گیا تھا؟[۵۲]

یہ زیدبن حارثہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے اور آپؐ نے بعثت سے پہلے انھیں آزاد کرکے متبنّٰی بنالیا تھا۔

محدّث ابونعیم اور ابن عساکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ دریافت کیا گیا :۔ کیا آپؐ نے کبھی کسی بُت کے آگے سر جھکایا؟ فرمایا کبھی نہیں۔ پھر پوچھا گیا :۔ کبھی شراب بھی استعمال کی؟ فرمایا بالکل نہیں۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا :

ما زلت اعرف ان الذی ھم علیہ کفر وما کنت ادری ما

---

[۵۱] و [۵۲] البدایۃ والنہایۃ از حافظ ابن کثیر جلد۲ صفحہ ۲۸۸ طبع مصر

الکتاب ولا الایمان [۱]

(ترجمہ) میں مشرکین کے طریقے کو ہمیشہ سے کفر سمجھتا رہا ہوں حالانکہ اس وقت مجھے پتہ بھی نہ تھا کہ کتاب اور شریعت کیا ہے۔

## مراسم جاہلیت اور لہو ولعب سے فطری اجتناب

نہ صرف یہ کہ آپؐ کفر وشرک سے ہمیشہ بیزار رہے بلکہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلوات اللہ وسلامہ علیہ کو جاہلیت کی ہر بری چیز سے بالکل محفوظ رکھا۔ چنانچہ محدث بزارؒ نے بسندِ صحیح اپنی مسند میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے :۔

ماھممت بشیٔ مما کان اھل الجاھلیۃ یعملون بہ غیر مرتین کل ذلك یحول اللہ بینی و بین ما ارید ثم ما ھممت بعدھما بشیٔ حتی اکرمنی اللہ برسالتہ [۲]

(ترجمہ) جاہلیت کے لوگ جو کچھ کیا کرتے تھے میں نے اس قسم کی کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا۔ ہاں دو دفعہ ایسا اتفاق پیش آیا۔ سو دو دفعہ توفیق الٰہی میرے اور اس کام کے درمیان حائل ہوگئی۔ پھر بعد کو تو کبھی اس قسم کا کوئی خیال پیدا نہیں ہوا تا آنکہ حق تعالیٰ شانہ نے مجھے اپنی رسالت سے سرفراز فرمایا۔

یہ دو دفعہ آپ نے جس چیز کا ارادہ کیا اور توفیقِ الٰہی نے اس کے کرنے سے باز رکھا جاہلیت کی آخر کون سی چیز تھی؟ وہ بھی سُن لیجیے۔ مستدرکِ حاکم میں اس کی تفصیل یوں ہے :۔

اہلِ جاہلیت جو کچھ برائیاں کرتے تھے، میں نے ان میں سے کبھی کسی بُرائی کا ارادہ نہیں کیا۔ ہاں ساری عمر میں دو دفعہ البتہ ایسا اتفاق پیش آیا اور دونوں دفعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بچالیا۔ ایک دفعہ تو یہ ہوا کہ اپنے ساتھی ایک قریشی نوجوان سے جو مکہ کے بالائی مقام پر اپنے خاندان کی

---

[۱] زرقانی شرح مواہب جلد ۶ صفحہ ۲۷۹ طبع مصر [۲] شرح شفا از ملا علی قاری صفحہ ۲۲۹ جلد ۳

بکریاں چرایا کرتا تھا ، یہ کہہ کر روانہ ہوا کہ ذرا میری بکریوں پر نگاہ رکھنا
میں بھی آج رات افسانہ گوئی کی مجلس میں شریک ہوں گا جس طرح
سے کہ اور نوعمر شریک ہوتے ہیں ۔ پھر جب مکہ کی آبادی کے سب
سے قریب مکان پر آیا تو دفعۃً گانے اور دف ومزامیر کی آواز
کانوں میں آئی ۔ دریافت کرنے پر مجھے بتایا گیا کہ کسی کی شادی
ہوئی ہے ۔ پھر اس گانے اور آواز سے غافل ہوکر کچھ اس طرح آنکھ
لگ گئی کہ آفتاب کی تمازت ہی نے مجھے آکر جگایا ۔ اپنے ساتھی کے
پاس واپس ہوا تو وہ پوچھنے لگا کیا کیا ؟ میں نے سارا ماجرا سنایا ۔
دُوسری شب کو پھر ارادہ کیا تو پھر یہی اتفاق پیش آیا اور واپسی
پر ساتھی کے پوچھنے پر بھی کچھ نہ بتایا ۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بس ان دونوں دفعہ کے علاوہ قسم بخدا اہل جاہلیت جس قسم کی برائیوں میں مبتلا تھے ، مجھے ان کا خیال تک نہیں آیا تاآنکہ حق تعالیٰ نے اپنی نبوت سے مجھے مشرف فرمایا ۔

یہ نوعمری کا واقعہ ہے جب آپ صحرائے مکہ میں شرفائے عرب کے دستور کے مطابق بکریاں چرایا کرتے تھے ۔ غرض چالیس سال کی طویل مدّت میں کُل دو دفعہ یہ ارادہ کیا اور دونوں دفعہ توفیق ربانی نے غیب سے دستگیری کی کہ پیغمبر خاتم کی شان نوعمری میں بھی ان لایعنی مشاغل سے بالاتر تھی ۔

قریش نے محض اپنی مشیخت جتانے کو یہ قاعدہ بھی مقرر کیا تھا کہ حج میں اور لوگ تو عرفات سے واپس ہوتے اور یہ مزدلفہ ہی سے لوٹ آتے ۔ اسی طرح جو لوگ باہر سے آتے ان کے لیے ضروری تھا کہ یا تو وہ قریش کا لباس پہن کر خانۂ کعبہ کا طواف کریں ، ورنہ پھر برہنہ ہوکر طواف کرنا ہوگا ۔ چنانچہ دستور تھا کہ حج کے زمانے میں قریش مرد مردوں کو اور ان کی خواتین طواف کے لیے عورتوں کو کپڑے خیرات کیا کرتے اور جس کو قریش کی طرف سے کپڑے نہ ملتے وہ عُریاں ہوکر طواف کرتا ، اس بنا پر "طواف عریاں" کا رواج عام

تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کبھی قریش کا ساتھ نہ دیا۔ آپ خدا کی توفیق سے زمانۂ جاہلیت میں بھی عرفہ میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ جبیر بن مطعم نے جب آپ کو عرفہ میں دیکھا تو حیران رہ گئے کہ یہ قریشی ہو کر یہاں کیسے آگئے۔ صحیح بخاری میں خود ان کی زبانی یہ روایت ہے کہ میرا ایک اونٹ گم ہوگیا تھا، میں عرفے کے دن اسے تلاش کرنے چلا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ عرفہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے کہا یہ تو خدا کی قسم قریشی ہیں، پھر ان کا یہاں کیا کام؟

بعض شارحین حدیث کا خیال ہے کہ یہ واقعہ بعد بعثت کا ہے۔ غالباً صحیحین کی مذکورہ بالا اجمالی روایت سے انھوں نے ایسا خیال قائم کیا ہے۔ تاہم صحیح ابن خزیمہ اور مسند اسحاق بن راہویہ میں حضرت جبیر کے صاحبزادے نافع کی زبانی جو روایت موجود ہے اس میں یہ اجمال بالکل صاف ہوگیا ہے، اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

نافع عن ابیہ قال کانت قریش انما تدفع من المزدلفۃ
ویقولون نحن الحمس فلا نخرج من الحرم وقد ترکوا الموقف
بعرفۃ قال فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجاھلیۃ
یقف مع الناس بعرفۃ علی جمل لہ ثم یصبح مع قومہ بالمزدلفۃ
فیقف معھم ویدفع اذا دفعوا۔

(ترجمہ) یعنی قریش مزدلفہ سے ہی واپس ہو جاتے اور یہ کہتے کہ ہم تو حمس (یعنی اپنے نفسوں پر سختی کرنے والے لوگ) ہیں اس لیے حرم سے باہر نہیں جا سکتے، انھوں نے عرفات جانا یکسر چھوڑ دیا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے زمانۂ جاہلیت ہی میں دیکھا کہ آپ اپنے اونٹ پر عام لوگوں کے ساتھ عرفات میں وقوف فرماتے اور پھر صبح اپنی قوم یعنی قریش کے ساتھ مزدلفہ میں ہوتے اور وہاں وقوف کرتے اور جب وہ لوٹتے تو ان ہی کے ساتھ آپ بھی لوٹ آتے۔

مسند اسحاق بن راہویہ میں ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:۔

تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں کبھی قریش کا ساتھ نہ دیا۔ آپ خدا کی توفیق سے زمانۂ جاہلیت میں بھی عرفہ میں قیام فرمایا کرتے تھے۔ جبیر بن مطعم نے جب آپ کو عرفہ میں دیکھا تو حیران رہ گئے کہ یہ قریشی ہوکر یہاں کیسے آگئے۔ صحیح بخاری میں خود ان کی زبانی یہ روایت ہے کہ میرا ایک اونٹ گم ہوگیا تھا، میں عرفے کے دن اسے تلاش کرنے چلا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ عرفہ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے کہا یہ تو خدا کی قسم قریشی ہیں، پھر ان کا یہاں کیا کام؟

بعض شارحینِ حدیث کا خیال ہے کہ یہ واقعہ بعدِ بعثت کا ہے۔ غالباً صحیحین کی مذکورہ بالا اجمالی روایت سے انھوں نے ایسا خیال قائم کیا ہے۔ تاہم صحیح ابن خزیمہ اور مسند اسحاق بن راہویہ میں حضرت جبیر کے صاحبزادے نافع کی زبانی جو روایت موجود ہے اس میں یہ اجمال بالکل صاف ہوگیا ہے، اس روایت کے الفاظ یہ ہیں :۔

نافع عن ابیہ قال کانت قریش انما تدفع من المزدلفۃ ویقولون نحن الحمس فلا نخرج من الحرم وقد ترکوا الموقف بعرفۃ قال فرأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجاھلیۃ یقف مع الناس بعرفۃ علی جمل لہ ثم یصبح مع قومہ بالمزدلفۃ فیقف معھم ویدفع اذا دفعوا۔

(ترجمہ) یعنی قریش مزدلفہ سے ہی واپس ہوجاتے اور یہ کہتے کہ ہم تو حمس (یعنی اپنے نفسوں پر سختی کرنے والے لوگ) ہیں اس لیے حرم سے باہر نہیں جاسکتے، انھوں نے عرفات جانا یکسر چھوڑ دیا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے زمانۂ جاہلیت ہی میں دیکھا کہ آپ اپنے اونٹ پر عام لوگوں کے ساتھ عرفات میں وقوف فرماتے اور پھر صبح اپنی قوم یعنی قریش کے ساتھ مزدلفہ میں ہوتے اور وہاں وقوف کرتے اور جب وہ لوٹتے تو ان ہی کے ساتھ آپ بھی لوٹ آتے۔

مسند اسحاق بن راہویہ میں ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں :۔

فلما اسلمت علمت ان الله وفقه لذالك [۵۱]

(ترجمہ) جب میں مسلمان ہوا تب پتہ چلا کہ آپ کا یہ عمل محض توفیقِ الٰہی کی بدولت تھا۔ بدولت تھا۔

ظاہر ہے کہ اگر بعثت کے بعد کا یہ واقعہ ہوتا تو آنحضرتؐ کے ساتھ اور قریشی صحابہؓ بھی ان کو عرفات میں نظر آتے۔

## محاسنِ اخلاق

یہ قطعاً ثابت ہے کہ اللہ احسن الخالقین کے جود وکرم نے پیغمبرِ خاتم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل خلقت و جوہر فطرت میں تمام اخلاقی خوبیاں مکمل طور پر ودیعت فرمادی تھیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مجموعۂ خوبی ومحاسن ہونا ایسا آشکارا حقیقت ہے جس کا اعتراف آپ کے بڑے سے بڑے اور سخت سے سخت مخالف اور دشمنوں کو اس وقت بھی تھا جب کہ وہ آپ کے مقابلے پر جان ومال کی بازی لگا رہے تھے۔ تاریخِ اسلام میں ابو لہب، ابو جہل، امیہ بن خلف اور ابو سفیان (بحالت کفر) اور دیگر کفار قریش سے بڑھ کر آنحضرتؐ کا اور کون دشمن گزرا ہے۔ اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محاسنِ اخلاق کا ان کے دلوں پر کتنا گہرا نقش تھا اور آپ کے کردار کی خوبی کے وہ کتنے معترف تھے اس کا اندازہ آپ ذیل کے واقعات سے لگا سکتے ہیں :-

(۱) جب آیہ کریمہ "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (ترجمہ) اپنے قریبی رشتہ داروں کو خدا سے ڈراؤ!" نازل ہوتی ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ علی الاعلان فریضۂ تبلیغ ادا کیا جائے تو آنحضرتؐ کوہِ صفا پر چڑھ کر ندا دیتے ہیں کہ یامعشر قریش! (اے گروہ قریش!) اور نام بہ نام ایک ایک قبیلے کو پکارتے جاتے ہیں یا بنی فہر؟ یا بنی عدی۔ آواز کی دیر

---

[۵۱] یہ دونوں روایتیں فتح الباری باب الوقوف میں مذکور ہیں۔ خود حافظ ابن حجر نے بھی فتح الباری باب حجۃ الوداع میں یہی تصریح کی ہے کہ یہ واقعہ زمانۂ جاہلیت کا ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۸۲ جلد ۸۔ طبع میریہ مصر۔

تھی کہ لوگ ہر طرف سے امنڈتے چلے آئے۔ اگر کوئی اتفاقاً رہ گیا تو اپنی طرف سے قاصد بھیجا کہ دیکھ کر آئے کیا واقعہ ہے۔ ابولہب آیا، قریش جمع ہوئے، غرض ہر خاندان کے سربرآوردہ لوگ موجود تھے۔ آپ آنحضرتؐ نے خطاب فرمایا:

"اگر میں تمھیں یہ خبر دوں کہ دامن کوہ میں سواروں کا دستہ موجود ہے جو تم پر غارت گری کرنا چاہتا ہے تو تم کو میرا یقین آئے گا؟"

اس کے جواب میں قریش کے اس عظیم الشان مجمع سے متفقہ طور پر صرف ایک ہی صدا بلند ہوئی:-

قالوا نعم ماجربنا علیك الا صدقا [۱]

(ترجمہ) کیوں نہیں، ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا ہی پایا ہے۔

(۲) سنہ ہجری کا واقعہ ہے، حضرت سعد بن معاذ جو انصار کے قبیلے خزرج کے رئیس و افسر تھے، عمرہ کی غرض سے حرم میں داخل ہوتے ہیں اور امیہ بن خلف کے مہمان ہیں کیونکہ امیہ بھی جب کبھی سفر شام پر جاتا اور مدینہ سے گزرتا تو انھیں کے یہاں مہمان ہوتا تھا۔ قریش کی مخالفت زوروں پر ہے، امیہ کو ڈر ہوا کہ مبادا کوئی سربرآوردہ قریشی انھیں دیکھ لے تو آمادۂ فساد ہو۔ اس لیے حضرت سعد سے کہنے لگا ذرا دوپہر آلینے دو، لوگ اس وقت غافل ہوں گے، پھر میں بھی ساتھ چلوں گا۔ چنانچہ خلوت کا موقعہ تلاش کرکے خانہ کعبہ میں حاضر ہوتے ہیں۔ سعد ابھی طواف ختم کرنے نہیں پاتے کہ ابوجہل اچانک آموجود ہوتا ہے۔ پوچھتا ہے کہ یہ کون ہے جو کعبہ کا طواف کررہا ہے؟ سعد اپنا نام بتلاتے ہیں۔ ابوجہل کہتا ہے "آہا کیسا نڈر ہوکر کعبے کا طواف کررہے ہو حالانکہ تم نے محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو پناہ دے رکھی ہے" اب آپس میں جھگڑا بڑھ جاتا ہے، امیہ سعد کو سمجھاتا ہے کہ ابوالحکم (یہ ابوجہل لعین کی کنیت ہے) پر زور سے نہ چلاؤ، یہ

---

[۱] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ سورت تَبَّتْ يَدَا

اہلِ وادی کا سردار ہے۔ سعد ابوجہل سے کہتے ہیں "خدا کی قسم! اگر تو نے مجھے بیت اللہ کے طواف سے روکا تو میں تیرا شام کی تجارت کا راستہ روک دوں گا۔ امیہ سعد کو پھر سمجھاتا ہے کہ زور سے نہ بولو۔ امیہ بار بار روکتا جاتا ہے۔ آخر سعد کو غصہ آجاتا ہے، اسی غصے میں زبان سے نکل جاتا ہے "امیہ بس رہنے دے، میں نے محمدؐ سے سُنا ہے کہ ان کا خیال ہے کہ تجھے قتل کریں گے۔ امیہ پوچھتا ہے "مجھ کو؟" سعد فرماتے ہیں "ہاں تجھ کو" بے ساختہ امیہ کے مُنہ سے نکلتا ہے:

واللہ مایکذب محمدؐ اذا حدث۔

(ترجمہ) خدا کی قسم! محمدؐ جب کوئی بات کہتے ہیں تو غلط نہیں کہتے۔

چنانچہ امیہ سیدھا گھر آتا ہے، بیوی سے کہتا ہے "تجھے کچھ پتا بھی ہے اس یثربی دوست نے مجھ سے کیا کہا ہے؟" بیوی دریافت کرتی ہے "کیا کہہ دیا؟" کہنے لگا "ان کا خیال ہے کہ انھوں نے محمدؐ سے یہ سُنا ہے کہ وہ مجھے قتل کردے گا۔" بیوی بھی فوراً بول اٹھتی ہے:

فواللہ ما یکذب محمّدؐ۔

(ترجمہ) خدا کی قسم! محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو جھوٹ نہیں کہتے۔

اب امیہ عہد کرتا ہے:۔

واللہ لا اخرج من مکۃ۔

(ترجمہ) خُدا کی قسم! میں مکہ سے باہر قدم ہی نہ نکالوں گا۔

تھوڑے ہی دن گزرنے پاتے ہیں کہ کفّار جنگ پر نکلتے ہیں، اب لشکرکشی کی ہر طرف پکار ہے مگر امیہ ہے کہ ٹس سے مَس نہیں ہوتا فکرہ امیۃ ان یخرج۔ آخر ابوجہل آتا ہے اور بلطائف الحیل اپنے ساتھ لے چلنے پر آمادہ کرتا ہے، خوشامدیں کرتا ہے:

انّک من اشراف الوادی فسر بنا یوما او یومین

(ترجمہ) تم سردارانِ مکہ میں سے ہو ایک دو روز ہی کے لیے ہمارے ساتھ چلے چلو۔

یا ابا صفوان انك ومتی یراك الناس قد تخلفت وانت
سید الوادی تخلفوا معك .

(ترجمہ) اے ابو صفوان! (یہ امیہ کی کنیت تھی) جب لوگ تمھیں دیکھیں گے تم لشکر سے رہے جاتے ہو حالانکہ تم وادی کے سردار ہو تو وہ بھی سب تمھارے ساتھ رہ جائیں گے۔

آخر ابوجہل نے جب اسے ہر طرح سے مجبور کردیا تو اُمیہ کہتا ہے :

اما اذا غلبتنی فواللہ لاشترین اجود بعیر بمکۃ .

(ترجمہ) اچھا جب تم کسی طرح نہیں مانتے اور مجھے مجبور ہی کرتے ہو تو پھر میں بھی مکہ میں جو سب سے بہتر اونٹ ہوگا وہ خریدوں گا تاکہ راہ سے جلدی واپس آسکوں۔ بیوی سے آکر کہتا ہے۔ امّ صفوان (امیہ کی بیوی کی کنیت) میرا سامان سفر تیار کردو۔ بیوی کہتی ہے :

یا ابا صفوان ! انسیت ما قال اخوك الیثربی

(ترجمہ) اے ابو صفوان! کیا اپنے یثربی دوست کی بات بھول گئے ؟

جواب دیتا ہے :-

لا ، وما ارید ان اجوز معھم الا قریباً .

(ترجمہ) نہیں تو! میرا ارادہ تو ان کے ساتھ بس تھوڑی دور جانے کا ہے۔

اور بادلِ نخواستہ جب چار و ناچار اسے نکلنا ہی پڑتا ہے تو ہر منزل پر پہنچ کر اپنے اونٹ کو باندھ دیتا ہے کہ اب آگے نہیں جانا ہے۔

(۳) دُشمنِ خدا ابوجہل آنحضرتؐ سے کہا کرتا تھا " ہم تمھیں جھوٹا نہیں سمجھتے لیکن جو دین تم لے کر آئے ہو اس کو جھٹلاتے ہیں "۔ قرآن مجید کی یہ آیۂ مبارکہ اسی موقع پر نازل ہوئی ہے :-

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ
لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ٥

(ترجمہ) ہم جانتے ہیں ان کافروں کی باتیں آپ کے لیے رنج دہ ہیں سو تم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم تو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔

اِس حدیث کو ترمذی، ابنِ جریر، ابنِ ابی حاتم، ابوالشیخ ابن مردویہ اور حاکم سب نے نقل کیا ہے۔ حاکم نے مستدرک میں اور ضیاء مقدسی نے مختارہ میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے[۱]

(۴) قاضی عیاض نے "شفاء" میں لکھا ہے اخنس بن شریق جنگِ بدر کے دن ابوجہل کے پاس آیا اور کہنے لگا "ابوالحکم! یہاں میرے اور تمھارے سوا کوئی اور نہیں جو گفتگو سن سکے۔ اچھا اب بتاؤ محمد صادق ہیں یا کاذب؟" ابوجہل کہتا ہے:

واللہ ان محمدا لصادق ما کذب محمد قط[۲]

(ترجمہ) خدا کی قسم! محمدؐ یقیناً سچے ہی ہیں۔ انھوں نے کبھی غلط بیانی نہیں کی۔

(۵) صلح حدیبیہ کا زمانہ ہے اور قریش سے معاہدہ ہو چکا ہے۔ ابوسفیان (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) اور دیگر کفار قریش تجارت کی غرض سے شام آتے ہیں۔ اسی زمانے میں آنحضرتؐ کا نامۂ مبارک قیصر روم کے پاس پہنچتا ہے، قیصر کو اصلی حالات معلوم کرنے کی جستجو ہے، حکم دیتا ہے کہ عرب کا کوئی شخص مل سکے تو لے آؤ حسب الحکم ابوسفیان تجارِ عرب کے ساتھ حاضرِ دربار کیے جاتے ہیں، قیصرِ روم بڑے سازوسامان سے دربار سجاتا ہے۔ تخت کے چاروں طرف بطارقہ، قسیسین اور رہبان کی صفیں قائم ہیں، ترجمان حاضر ہیں۔ قیصر کفارِ قریش سے مخاطب ہو کر پوچھتا ہے: تم میں اس مدعیٔ نبوت کا سب سے قریبی رشتہ دار کون ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں: "میں"۔ قیصر حکم دیتا ہے "اس کو میرے پاس لے آؤ اور اس کے ساتھیوں کو بلا کر اس کے پیچھے بٹھا دو اور کہہ دو کہ میں اس مدعیٔ نبوت کے متعلق اس شخص سے کچھ معلوم

---

۱؎ تفسیر فتح القدیر از قاضی شوکانی، جلد ۲ صفحہ ۱۰۷، طبع مصر

۲؎ الشفاء فی تعریف حقوق المصطفیٰ صفحہ ۶۰ طبع بریلی ۱۳۸۶ھ

کرنا چاہتا ہوں، اگر یہ میرے سامنے کوئی غلط بیانی کرے تو تم اس کی تکذیب کرنا"۔
ابوسفیان کا بیان ہے :

"فواللہ لولا الحیاء من ان یاثروا علیّ کذبا لکذبت عنہ"

(ترجمہ) بخدا اگر مجھے یہ شرم نہ ہوتی کہ میرے ساتھ بعد کو اور لوگوں سے میرے جھوٹ کو نقل کر دیں گے تو میں ضرور جھوٹ بولتا۔

اب قیصر ابوسفیان سے آنحضرتؐ کے متعلق دریافتِ احوال شروع کرتا ہے اور اسی سلسلے میں یہ بھی پوچھتا ہے :

فھل کنتم تتھمونہ بالکذب قبل ان یقول ما قال ؟

(ترجمہ) اس دعوے سے پہلے کبھی تم نے اس کی نسبت جھوٹ کا بھی تجربہ کیا ہے؟
ابوسفیان کہتے ہیں : لا (نہیں)۔ قیصر دریافت کرتا ہے : فھل یغدر (کبھی عہد و پیمان کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے؟) ابوسفیان جواب دیتے ہیں : لا (نہیں)۔ آخر میں قیصر نے جو تقریر کی اس میں اسے کہنا پڑا :

"میں نے تم سے پوچھا کہ "تم نے کبھی غلط بیانی کا تجربہ کیا؟" تم نے کہا "نہیں"۔ مجھے یقین ہے کہ جو شخص آدمیوں پر جھوٹ نہیں بول سکتا وہ خدا کے متعلق کیسے جھوٹ بول سکتا ہے۔ میں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا وہ بدعہدی کرتا ہے ؟" تم نے کہا "نہیں"۔

"وکذلك الرسل لا تغدر

(ترجمہ) پیغمبروں کی یہی شان ہے کہ بدعہدی نہیں کرتے"۔ جو کچھ تم نے بیان کیا اگر یہ سچ ہے تو میری قدم گاہ تک اس کا قبضہ ہو جائے گا"۔

قیصر اور ابوسفیان میں بڑی تفصیلی گفتگو ہوئی تھی، پوری تفصیل صحیح بخاری کے متعدد ابواب میں منقول ہے اور بجز ابن ماجہ کے سب اربابِ صحاح نے نقل کی ہے۔ بخاری اور مسلم نے کتاب المغازی میں، ابوداؤد نے کتاب الادب میں، ترمذی نے کتاب الاستیذان